باب۔۲۱

تمہید

فص زکرویہ

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے،رَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ،(یعنی)میری رحمت میں ہر شئے کی سمائی ہے،(الاعراف:۱۵۶)۔ حدیث قدسی میں ہے،کنت کنزًا مخفیًا(لاعرف)فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق ،(یعنی)میں پوشیدہ خزانہ تھا (مجھے کوئی نہیں پہچانتا تھا)مجھے شوق ہوا کہ میں پہچانا جاؤں تو میں نے مخلوقات کو پیدا کیا،(حدیث قدسی، لأسرار المرفوعة في الأخبار الموضوعة، تذكرة الموضوعات للفتني)۔ بعض عرفا اصلِ تخلیق، محبت کو سمجھتے ہیں۔ اسی کو بعض لوگ رحمت کہتے ہیں۔

سب سے پہلے کس پر رحمت ہوئی۔؟یا کس کی محبت تھی۔؟سب سے پہلے اپنی ذات کی محبت تھی۔

اسیر دام گیسوے محبت آپ اپنا ہوں
جو حبِ غیر ہے وہ بستۂ زنجیر نسبت ہے

شیخؒ کے پاس رحمتِ ذاتی کا تعلق اپنی ذات سے ہوا۔ پھر اسمائے الٰہیہ سے ہوا۔ چوں کہ اسما بغیر مظاہر کے بے اثر رہتے ہیں لہٰذا حق تعالیٰ نے اعیان ثابتہ کو فیضِ اقدس سے علم میں نمایاں فرمایا۔ اسمائے الٰہیہ جب اعیان ثابتہ پر اثر کرتے ہیں تو فیضِ مقدس سے شئے موجود خارجی ہو جاتی ہے۔ رحم کا یہ سارا سلسلہ کسی عمل کا ثواب، یا جزا نہ تھی۔ اس بلا معاوضہ عمل ورحم کو'رحمت امتنانی' کہتے ہیں۔ موجود فی الخارج ہونے کے بعد بندہ عمل کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اس کے عمل کی جزا عطا کرتا ہے۔ جزائے عمل'رحمت وجوبی' کہلاتی ہے۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے،فَسَأَكْتُبُهَا لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ،(یعنی) میں {اپنی رحمت کو} لکھ دیتا ہوں متقیوں کے لیے،(الاعراف:۱۵۶)۔ رحمتِ عام کو'رحمانیت' کہتے ہیں۔ اور ایک ایک شئے سے اس کے خاص خاص تعلقات کو' رحیمیت' کہتے ہیں۔

نظام نامۂ عالم اور پروگرام تخلیق کے لحاظ سے کوئی شئے بری نہیں۔ سب خیر ہی خیر ہے۔ اجزاے عالم میں بعض کو بعض سے نسبت دیں تو خیر وشر، اضافی پیدا ہوتا ہے۔ رحمانیت جس میں رحم عام ہے اور نفس رحمانی سے تمام عالم کو وجود عطا ہو رہا ہے، خیر ہی خیر ہے۔ اصل یہ ہے کہ وجود، خیر ہے اور عدم شر ہے۔

صفات دو قسم کے ہوتے ہیں۔ (۱) انضمامی (۲) انتزاعی۔ انضمامی میں صفت یک گونہ ذاتی وجود رکھتی ہے۔ مگر موصوف سے مربوط اور اس سے قائم۔۔۔ مثلاً میر ارومال پھولوں (کی خوشبو) میں بسا ہوا ہے۔

پس خوشبو، صفتِ انضمامی ہے، جس کا ذاتی وجود رومال سے مرتبط ہے (جُڑا ہوا ہے)۔ انتزاعی میں صفت کا ذاتی وجود، یک گونہ بھی مستقل وجود نہیں رہتا، بلکہ موصوف کو دوسروں سے نسبت و اضافت دی جاتی ہے تو صفتِ انتزاعی سمجھی جاتی ہے۔ دیکھو! عالم میں آسمان و زمین ہیں۔ ان میں باہم نسبت دی جاتی ہے تو آسمان سے فوقیت (یعنی اوپر ہونا) اور زمین سے تحتیت (یعنی نیچے ہونا)، انتزاع کی جاتی (ہے)، سمجھی جاتی ہے۔ بہر حال صفتِ انتزاعی کا منشا ضرور ہوتا ہے جو اس کے نفس الامری، واقعی، صدق کی حفاظت کرتا ہے اور کذب و جھوٹ بلا منشا ہوتا ہے۔

خدائے تعالیٰ چوں کہ عینِ وجود ہے، اس کے سوا کسی کا وجود بالذّات نہیں۔ مستقل وجود صرف حق جل وعلا کا ہے۔ لہٰذا اس کے صفات، انضمامی نہیں ہیں، انتزاعی ہیں جو مختلف اعتبارات سے پیدا ہوئے ہیں۔ مگر ان کا منشا بھی ضرور ہے اور ان کے خاص حقائق ہیں۔

صفاتِ الٰہی، عینِ ذات ہیں، یا غیر ذات۔۔؟ اگر صفات الٰہیہ انضمامی ہوتے تو غیر ذات ہوتے۔ وہ تو انتزاعی ہیں، لہٰذا لا عین و لا غیر ہیں۔ یعنی مفہوم و معنیٰ کے لحاظ سے عینِ ذات نہیں اور منشا کے لحاظ سے غیر ذات نہیں، بلکہ عینِ ذات ہیں۔

اگر ایک اسم الٰہی کو بولو۔ ذکر میں مقدم رکھو تو اس کے ساتھ ذات لگی ہوئی ہے۔ ذات کے ساتھ تمام اسمائے الٰہیہ لگے ہوئے ہیں۔ دیکھو! ہم کہتے ہیں اللہ، حی، علیم، قدیر ہے۔ اسی طرح ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ حی ہی علیم ہے۔ علیم ہی قدیر ہے۔ معطی ہی مانع ہے۔ منتقم ہی غفار ہے۔ مگر دعا کرنے کا قاعدہ یہ ہے کہ سوال اور مقصد کے مناسب نام سے پکاریں۔ بھوکے ہو تو یا رزاق ارزقنی (اے رزاق! مجھے رزق عطا فرما)، نہ یہ کہ یا مانع ارزقنی یا منتقم ارزقنی۔ علم کے طالب ہو تو اس طرح دعا کرو۔ یا علیم و یا خبیر علمنی من لدنک علمًا (اے علیم و خبیر! مجھے اپنے خزانہ علم سے علم عطا فرما)۔ ضعیف ہو تو یا قوی پڑھو۔ کشف نہیں ہوتا تو یا علیم یا خبیر یا سمیع یا بصیر پڑھو۔ حلِ مشکل کے لیے یا فتاح کا ذکر کرو، یا اسم کلّی کے ذریعے سے سوال کرو مثلاً، یا اللہ یا رحمٰن، یا وہاب، یا حی یا قیوم۔ اللّٰھم ربّ النبی محمد، مگر نام کو کوئی مستقل ذات نہ سمجھو۔ ایک ہی ذات کے عنوانات جانو۔ دیو اور دیبی (دیوی و دیوتا) پرست اسی چکر میں رہ سر گرداں رہ گئے اور لگے کہنے ،أَجَعَلَ الْآلِهَةَ إِلَـٰهًا وَاحِدًا إِنَّ هَـٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ،(یعنی محمد نے) تمام دیوتاؤں کو ایک ہی خدا بنا دیا، یہ تو بڑی تعجب خیز بات ہے،(ص:۵)۔ افسوس! اللہ کے اسما جو دلیلِ ذات تھے وہی ان کے لیے حجابِ ذات ہو گئے۔ اغراض و مقاصد رکھنے والوں کو ذات سے کیا غرض۔ مردانِ خدا ماسوا اللہ کو آگ لگا دیتے ہیں حتیٰ کہ خود کو فنا کر دیتے ہیں تو ذاتِ حق ملتی ہے۔ ایک وقت ایسا بھی آتا ہے کہ اپنی طرف تو خیر، اسمائے الٰہیہ کی طرف التفات کرنا بھی، شرک سمجھا جاتا ہے۔